سورة يوسف

آيات ۹۴ - ۱۰۴

وَ لَمَّا فَصَلَتِ الْعِیْرُ قَالَ اَبُوْهُمْ اِنِّیْ لَاَجِدُ رِیْحَ یُوْسُفَ لَوْ لَاۤ اَنْ تُفَنِّدُوْنِ ﴿٩٤﴾ قَالُوْا تَاللّٰهِ اِنَّكَ لَفِیْ
ضَلٰلِكَ الْقَدِیْمِ ﴿٩٥﴾ فَلَمَّاۤ اَنْ جَآءَ الْبَشِیْرُ اَلْقٰىهُ عَلٰى وَجْهِهٖ فَارْتَدَّ بَصِیْرًا ۚ قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ ۚۙ اِنِّیْۤ
اَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿٩٦﴾ قَالُوْا یٰۤاَبَانَا اسْتَغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَاۤ اِنَّا كُنَّا خٰطِـِٕیْنَ ﴿٩٧﴾ قَالَ سَوْفَ
اَسْتَغْفِرُ لَكُمْ رَبِّیْ ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ ﴿٩٨﴾ فَلَمَّا دَخَلُوْا عَلٰى یُوْسُفَ اٰوٰۤى اِلَیْهِ اَبَوَیْهِ وَ قَالَ ادْخُلُوْا
مِصْرَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اٰمِنِیْنَ ؕ ﴿٩٩﴾ وَ رَفَعَ اَبَوَیْهِ عَلَى الْعَرْشِ وَ خَرُّوْا لَهٗ سُجَّدًا ۚ وَ قَالَ یٰۤاَبَتِ هٰذَا تَاْوِیْلُ
رُءْیَایَ مِنْ قَبْلُ ٘ قَدْ جَعَلَهَا رَبِّیْ حَقًّا ؕ وَ قَدْ اَحْسَنَ بِیْۤ اِذْ اَخْرَجَنِیْ مِنَ السِّجْنِ وَ جَآءَ بِكُمْ مِّنَ
الْبَدْوِ مِنْۢ بَعْدِ اَنْ نَّزَغَ الشَّیْطٰنُ بَیْنِیْ وَ بَیْنَ اِخْوَتِیْ ؕ اِنَّ رَبِّیْ لَطِیْفٌ لِّمَا یَشَآءُ ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْعَلِیْمُ
الْحَكِیْمُ ﴿١٠٠﴾ رَبِّ قَدْ اٰتَیْتَنِیْ مِنَ الْمُلْكِ وَ عَلَّمْتَنِیْ مِنْ تَاْوِیْلِ الْاَحَادِیْثِ ۚ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَ
الْاَرْضِ ۫ اَنْتَ وَلِیّٖ فِی الدُّنْیَا وَ الْاٰخِرَةِ ۚ تَوَفَّنِیْ مُسْلِمًا وَّ اَلْحِقْنِیْ بِالصّٰلِحِیْنَ ﴿١٠١﴾ ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ
الْغَیْبِ نُوْحِیْهِ اِلَیْكَ ۚ وَ مَا كُنْتَ لَدَیْهِمْ اِذْ اَجْمَعُوْۤا اَمْرَهُمْ وَ هُمْ یَمْكُرُوْنَ ﴿١٠٢﴾ وَ مَاۤ اَكْثَرُ النَّاسِ وَ لَوْ
حَرَصْتَ بِمُؤْمِنِیْنَ ﴿١٠٣﴾ وَ مَا تَسْـَٔلُهُمْ عَلَیْهِ مِنْ اَجْرٍ ؕ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِیْنَ ﴿١٠٤﴾ ع

وَلَمَّا فَصَلَتِ الْعِیْرُ قَالَ اَبُوْهُمْ اِنِّیْ لَاَجِدُ رِیْحَ یُوْسُفَ لَوْلَاۤ اَنْ تُفَنِّدُوْنِ ﴿۹۴﴾ قَالُوْا تَاللّٰهِ اِنَّكَ لَفِیْ ضَلٰلِكَ الْقَدِیْمِ ﴿۹۵﴾ فَلَمَّاۤ اَنْ جَآءَ الْبَشِیْرُ اَلْقٰىهُ عَلٰى وَجْهِهٖ فَارْتَدَّ بَصِیْرًا ۚ

وَلَمَّا فَصَلَتِ الْعِیْرُ - پھر جب روانہ ہوا قافلہ (مصر سے)

فَصَلَ یَفْصِلُ ، فَصْلٌ جدا ہونا، روانہ ہونا

قَالَ اَبُوْهُمْ اِنِّیْ - تو کہا ان کے والد نے (کنعان میں) کہ بیشک میں

اِنِّیْ = (اِنَّ ، یْ) بیشک میں

لَاَجِدُ رِیْحَ یُوْسُفَ - یقیناً پاتا ہوں خوشبو یوسفؑ کی

رِیْح - خوشبو، مہک، بو

لَوْلَاۤ اَنْ تُفَنِّدُوْنِ - اگر نہ ہو یہ کہ تم بہکا ہوا سمجھو مجھ کو

فَنَدَ ... بہکی بہکی باتیں کرنا

فَنَّدَ یُفَنِّدُ ، تَفْنِیْدٌ کسی کو بہکا ہوا قرار دینا یا سمجھنا (II)

قَالُوْا تَاللّٰهِ اِنَّكَ - انہوں نے کہا اللہ کی قسم بے شک آپ

لَفِیْ ضَلٰلِكَ الْقَدِیْمِ - یقیناً اپنے پرانے خبط میں ہیں

ضَلَال۔ (کثیر المعانی لفظ) وہم، غلطی، خبط، نافہمی، گمراہی

فَلَمَّاۤ اَنْ جَآءَ الْبَشِیْرُ - پھر جیسے ہی آیا بشارت دینے والا (قافلے کی)

بَشِیْر - خوشخبری دینے والا

اَلْقٰىهُ عَلٰى وَجْهِهٖ - (اور) ڈال دی اس نے قمیص ان کے منہ پر

اَلْقٰى یُلْقِیْ ، اِلْقَآءٌ - ڈالنا (IV)

فَارْتَدَّ بَصِیْرًا - تو لوٹ آئی بصارت (یعقوبؑ کی)

(ر د د) اِرْتَدَّ یَرْتَدُّ ، اِرْتِدَادٌ - لوٹ آنا، پھر سے ہونا (VIII)

قَالَ اَلَمۡ اَقُلۡ لَّكُمۡ ۚ اِنِّىۡۤ اَعۡلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعۡلَمُوۡنَ ﴿۹۶﴾ قَالُوۡا يٰۤاَبَانَا اسۡتَغۡفِرۡ لَنَا ذُنُوۡبَنَاۤ اِنَّا كُنَّا خٰطِـئِيۡنَ ﴿۹۷﴾ قَالَ سَوۡفَ اَسۡتَغۡفِرُ لَكُمۡ رَبِّىۡ ؕ اِنَّهٗ هُوَ الۡغَفُوۡرُ الرَّحِيۡمُ ﴿۹۸﴾

قَالَ اَلَمۡ اَقُلۡ لَّكُمۡ - (یعقوب نے) کہا: کیا نہ کہا تھا میں نے تم سے

اِنِّىۡۤ اَعۡلَمُ مِنَ اللّٰهِ - کہ بیشک میں جانتا ہوں من جانب اللہ (وہ کچھ)

مَا لَا تَعۡلَمُوۡنَ - جو تم نہیں جانتے

قَالُوۡا يٰۤاَبَانَا - انھوں نے کہا: اے ہمارے ابا جان!

اسۡتَغۡفِرۡ لَنَا ذُنُوۡبَنَاۤ - آپ مغفرت مانگیں ہمارے لیے ہمارے گناہوں کی

اِنَّا كُنَّا خٰطِـئِيۡنَ - بیشک ہم تھے خطاکار

قَالَ سَوۡفَ اَسۡتَغۡفِرُ - یعقوب نے کہا! عنقریب بخشش طلب کروں گا میں

لَكُمۡ رَبِّىۡ - تمھارے لیے اپنے رب سے

اِنَّهٗ هُوَ الۡغَفُوۡرُ الرَّحِيۡمُ - بیشک وہی ہے غفور ورحیم

(غ ف ر)

اِسْتَغْفَرَ يَسْتَغْفِرُ ، اِسْتِغْفَارٌ

بخشش مانگنا (X)

خَاطِئِين ، خَاطِئ کی جمع (خطاکار)

سَوفَ - عنقریب

وَلَمَّا فَصَلَتِ الْعِيْرُ قَالَ اَبُوْهُمْ اِنِّیْ لَاَجِدُ رِيْحَ يُوْسُفَ لَوْلَاۤ اَنْ تُفَنِّدُوْنِ ﴿۹۴﴾ قَالُوْا تَاللّٰهِ اِنَّكَ لَفِیْ ضَلٰلِكَ الْقَدِيْمِ ﴿۹۵﴾ فَلَمَّاۤ اَنْ جَآءَ الْبَشِيْرُ اَلْقٰىهُ عَلٰى
وَجْهِهٖ فَارْتَدَّ بَصِيْرًا ۚ قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ ۚ اِنِّیْۤ اَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۹۶﴾ قَالُوْا يٰۤاَبَانَا اسْتَغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَاۤ اِنَّا كُنَّا خٰطِـِٕيْنَ ﴿۹۷﴾ قَالَ سَوْفَ
اَسْتَغْفِرُ لَكُمْ رَبِّیْ ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ﴿۹۸﴾

جب یہ قافلہ (مصر سے) روانہ ہوا تو ان کے باپ نے (کنعان میں) کہا "میں یوسفؑ کی خوشبو محسوس کر رہا ہوں، تم لوگ کہیں یہ نہ کہنے لگو کہ میں بڑھاپے میں سٹھیا گیا ہوں" گھر کے لوگ بولے "خدا کی قسم آپ ابھی تک اپنے اسی پرانے خبط میں پڑے ہوئے ہیں، پھر جب خوش خبری لانے والا آیا تو اس نے یوسفؑ کا قمیص یعقوبؑ کے منہ پر ڈال دیا اور یکایک اس کی بینائی عود کر آئی تب اس نے کہا "میں تم سے کہتا نہ تھا؟ میں اللہ کی طرف سے وہ کچھ جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے، سب بول اٹھے "ابا جان، آپ ہمارے گناہوں کی بخشش کے لیے دعا کریں، واقعی ہم خطا کار تھے" اُس نے کہا "میں اپنے رب سے تمہارے لیے معافی کی درخواست کروں گا، وہ بڑا معاف کرنے والا رحیم ہے

And as the caravan set out (from Egypt), their father said (in Canaan): "Indeed I smell the fragrance of Joseph.66 I say so although you may think that I am doting. They said: "Surely you are still in your same old craze. And when the bearer of good news came he threw Joseph's shirt over Jacob's face, whereupon he regained his sight, and said: "Did I not tell you that I know from Allah what you do not know? They said: "Father! Pray for the forgiveness of our sins; we were truly guilty. He said: "I shall pray to my Lord for your forgiveness, for He, and indeed He alone, is Ever Forgiving, Most Merciful.

محمد اقبال

وَلَمَّا فَصَلَتِ الْعِيرُ قَالَ أَبُوهُمْ إِنِّي لَأَجِدُ رِيحَ يُوسُفَ لَوْلَا أَن تُفَنِّدُونِ ﴿٩٤﴾ قَالُوا تَاللَّهِ إِنَّكَ لَفِي ضَلَالِكَ الْقَدِيمِ ﴿٩٥﴾

پیراہنِ یوسفؑ کی خوشبو

- جونہی قافلہ حضرت یوسفؑ کی قمیص لیکر مصر سے چلا ہے اور ادھر سیکڑوں میل کے فاصلے پر حضرت یعقوبؑ کو اپنے بیٹے کی خوشبو پہنچ گئی۔ لیکن یہ بات قابلِ غور ہے کہ حضرت یوسفؑ برسوں مصر میں موجود رہے اور کبھی حضرت یعقوبؑ کو ان کی خوشبو نہ آئی۔ بلکہ کنعان کے نواح ہی میں ایک کنویں میں پڑے رہے اور آپ کو کوئی خوشبو نہیں آئی

- یکی پرسید از آن گم کرده فرزند   که ای روشن گُهر پیر خردمند

ز مصرش بوی پیراهن شنید   چرا در چاه کنعانش ندیدی!

بگفت احوال ما برق جهان است   دمی پیدا و دیگر دم نهان است________ از گلستان ، شیخ سعدی شیرازی

" ایک آدمی نے اس بزرگ سے پوچھا جس کا بیٹا گم ہوچکا تھا کہ اے روشن گہر اور عقل مند بزرگ ! آپ نے اپنے بیٹے کے پیراہن کی خوشبو مصر سے سونگھ لی لیکن کنعان کے کنویں میں آپ اسے کیوں نہ دیکھ سکے۔ اس مرد بزرگ یعنی حضرت یعقوب (علیہ السلام) نے کہا ہمارا حال دنیا میں چمکنے والی بجلی کی طرح ہے، کبھی وہ ظاہر ہوتی ہے اور کبھی چھپ جاتی ہے، کبھی تو ہمیں ایک اونچے بالاخانے پر بٹھا دیا جاتا ہے اور (ہم سب کچھ دیکھتے ہیں) اور کبھی اپنے پاؤں کی ایڑی کا بھی ہوش نہیں ہوتا"

- اس سے معلوم ہوتا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی یہ قوتیں کچھ ان کی ذاتی نہ تھیں بلکہ اللہ کی بخشش سے ان کو ملی تھیں اور اللہ جب اور جس قدر چاہتا تھا انھیں کام کرنے کا موقع دیتا تھا۔ اسی طرح اللہ اپنے کسی صالح بندے کو اگر کسی چیز پر مطلع کردے تو یہ اسکا ذاتی وصف نہیں بلکہ اللہ کی عنایت ہے (جیسے عمر رضی اللہ عنہ کو شام میں اسلامی فوج کا منظر دکھا دیا مدینے میں)

فَلَمَّآ اَنۡ جَآءَ الۡبَشِيۡرُ اَلۡقٰٮهُ عَلٰى وَجۡهِهٖ فَارۡتَدَّ بَصِيۡرًا‌ ۚ قَالَ اَلَمۡ اَقُلْ لَّـكُمۡ ‌ۚ ‌ۙ اِنِّىۡۤ اَعۡلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعۡلَمُوۡنَ ﴿۹۶﴾ قَالُوۡا يٰۤاَبَانَا اسۡتَغۡفِرۡ لَـنَا ذُنُوۡبَنَاۤ اِنَّا كُنَّا خٰطِـئِيۡنَ ﴿۹۷﴾ قَالَ سَوۡفَ اَسۡتَغۡفِرُ
لَـكُمۡ رَبِّىۡ‌ ؕ اِنَّهٗ هُوَ الۡغَفُوۡرُ الرَّحِيۡمُ ﴿۹۸﴾

- **اہل خانہ کی بے بصیرتی** : حضرت یعقوب علیہ السلام کا خاندان، یوسفؑ کے زندہ ہونے کے بارے میں آپؑ کی باتوں کا انکار کرتے تھے۔ معلوم ہوتا ہے کہ پورے خاندان میں حضرت یوسف کے سوا کوئی اپنے باپ کا قدر شناس نہ تھا اور حضرت یعقوب خود بھی ان لوگوں کی ذہنی و اخلاقی پستی سے بخوبی آگاہ تھے، گھر کے چراغ کی روشنی باہر پھیل رہی تھی، مگر خود گھر والے اندھیرے میں تھے اور ان کی نگاہ میں وہ ایک ٹھیکرے سے زیادہ کچھ نہ تھا، فطرت کی اس ستم ظریفی سے تاریخ کی اکثر و بیشتر بڑی شخصیتوں کو سابقہ پیش آیا ہے۔
- خوشخبری دینے والا جب کنعان پہنچا تو یوسفؑ کا کرتا اس نے حضرت یعقوب کے چہرے پر ڈال دیا اور ان کی آنکھیں روشن ہو گئیں اور آپ (علیہ السلام) کی بینائی درست ہو گئ
- آپ (علیہ السلام) نے اہل خانہ سے فرمایا کہ میں تم سے نہیں کہتا تھا کہ میں اللہ کی طرف سے وہ کچھ جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے؟ یعنی مجھے اپنے رب سے ہمیشہ امید تھی کہ وہ یقیناً ایک دن میری مشکل دور کردے گا اور اللہ تعالیٰ مجھے بچھڑے ہوئے یوسف سے ضرور ملائے گا
- اللہ سے جس امید کا اظہار آپ نے کیا تھا جب وہ پوری ہو گئ تو آپ نے مسرت کا اظہار کیا اور بیٹوں کو یہ تعلیم بھی دی کہ وہ صرف ظاہر کے غلام بن کر زندگی نہ گزاریں بلکہ اس ظاہر کے اندر اللہ کے مخفی ہاتھوں کی جو کارفرمائیاں ہیں ان پر بھی ایمان رکھیں۔ اس کے بغیر خدا پر ایمان و توکل کا حق ادا نہیں ہو سکتا۔
- بیٹوں نے یوسفؑ کے سامنے اپنی غلطی کے اعتراف کے بعد باپ کے سامنے بھی اپنی غلطیوں کا اعتراف کیا اور باپ سے درخواست کی کہ وہ ان کے گناہوں کی معافی کے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا کریں۔ جس کا یعقوبؑ نے وعدہ فرمایا

فَلَمَّا دَخَلُوْا عَلٰى يُوْسُفَ اٰوٰٓى اِلَيْهِ اَبَوَيْهِ وَقَالَ ادْخُلُوْا مِصْرَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اٰمِنِيْنَ ﴿۹۹﴾ وَرَفَعَ اَبَوَيْهِ عَلَى الْعَرْشِ وَخَرُّوْا لَهٗ سُجَّدًا ۚ وَقَالَ يٰٓاَبَتِ هٰذَا تَاْوِيْلُ رُءْيَايَ مِنْ قَبْلُ ۫

فَلَمَّا دَخَلُوْا عَلٰى يُوْسُفَ - پھر جب پہنچے (یہ لوگ) یوسف کے پاس (مصر میں)

اٰوٰٓى اِلَيْهِ اَبَوَيْهِ - تو انھوں نے جگہ دی اپنے پاس اپنے والدین کو

اٰوٰى يُؤْوِيْ ، اِيْوَآءٌ جگہ دینا، ٹھکانہ دینا (IV)

وَقَالَ ادْخُلُوْا مِصْرَ - اور کہا داخل ہو جاؤ مصر میں

اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اٰمِنِيْنَ - اگر اللہ نے چاہا تو امن سے رہو گے

وَرَفَعَ اَبَوَيْهِ عَلَى الْعَرْشِ - اور (یوسفؑ) نے بلند کیا اپنے والدین کو تخت پر

عَرْش - چھت

وَخَرُّوْا لَهٗ سُجَّدًا - اور گر پڑے سب اس (یوسف) کے لیے سجدے میں

خَرَّ يَخِرُّ ، خَرٌّ - نیچے گرنا

سجَدَ يَسجُد ، سُجودًا فرمانبردارانہ جھکنا، سجدہ کرنا

وَقَالَ يٰٓاَبَتِ - (یوسف نے) کہا : ابّا جان !

هٰذَا تَاْوِيْلُ رُءْيَايَ - یہ ہے تعبیر میرے خواب کی

تَاْوِيْل - تعبیر

مِنْ قَبْلُ - (جو میں نے دیکھا تھا) پہلے

قَدْ جَعَلَهَا رَبِّیْ حَقًّا ؕ وَقَدْ اَحْسَنَ بِیْۤ اِذْ اَخْرَجَنِیْ مِنَ السِّجْنِ وَجَآءَ بِكُمْ مِّنَ الْبَدْوِ مِنْۢ بَعْدِ اَنْ نَّزَغَ الشَّیْطٰنُ بَیْنِیْ وَبَیْنَ اِخْوَتِیْ ؕ اِنَّ رَبِّیْ لَطِیْفٌ لِّمَا یَشَآءُ ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْعَلِیْمُ الْحَكِیْمُ ﴿۱۰۰﴾

قَدْ جَعَلَهَا رَبِّیْ حَقًّا - یقیناً بنادیا ہے اس کو میرے رب نے سچ

وَقَدْ اَحْسَنَ بِیْۤ - اور اس نے احسان کیا ہے مجھ پر

اِذْ اَخْرَجَنِیْ مِنَ السِّجْنِ - جب اس نے نکالا مجھ کو قید خانے سے

وَجَآءَ بِكُمْ مِّنَ الْبَدْوِ - اور لے آیا آپ سب کو دیہات سے

بَدْو - دیہات، گاؤں، صحرا

مِنْۢ بَعْدِ اَنْ نَّزَغَ الشَّیْطٰنُ - اس کے بعد کہ فساد ڈال دیا تھا شیطان نے

نَزَغَ یَنْزَغُ ، نَزْغٌ
اختلاف ڈالنا، جھگڑا ڈالنا، کچوکا لگانا

بَیْنِیْ وَبَیْنَ اِخْوَتِیْ - میرے اور میرے بھائیوں کے درمیان

اِنَّ رَبِّیْ لَطِیْفٌ - بیشک میرا رب غیر محسوس تدبیر کرنے والا ہے

لَطِیْف - غیر محسوس طریقے، باریک بینی، حسنِ تدبیر سے کام کرنے والا

لِّمَا یَشَآءُ - جس کیلئے وہ چاہتا ہے۔

اِنَّهٗ هُوَ الْعَلِیْمُ الْحَكِیْمُ - بیشک وہ ہے ہر بات جاننے والا، بڑی حکمت والا ہے

فَلَمَّا دَخَلُوْا عَلٰى يُوْسُفَ اٰوٰۤى اِلَيْهِ اَبَوَيْهِ وَ قَالَ ادْخُلُوْا مِصْرَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اٰمِنِيْنَؕ ﴿۹۹﴾ وَ رَفَعَ اَبَوَيْهِ عَلَى
الْعَرْشِ وَ خَرُّوْا لَهٗ سُجَّدًا ۚ وَ قَالَ يٰۤاَبَتِ هٰذَا تَاْوِيْلُ رُءْيَايَ مِنْ قَبْلُ٘ قَدْ جَعَلَهَا رَبِّيْ حَقًّا ؕ وَ قَدْ اَحْسَنَ
بِيْۤ اِذْ اَخْرَجَنِيْ مِنَ السِّجْنِ وَ جَآءَ بِكُمْ مِّنَ الْبَدْوِ مِنْۢ بَعْدِ اَنْ نَّزَغَ الشَّيْطٰنُ بَيْنِيْ وَ بَيْنَ اِخْوَتِيْ ؕ اِنَّ رَبِّيْ
لَطِيْفٌ لِّمَا يَشَآءُ ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ ﴿۱۰۰﴾

پھر جب یہ لوگ یوسفؑ کے پاس پہنچے تو اُس نے اپنے والدین کو اپنے ساتھ بٹھا لیا اور (اپنے سب کنبے والوں سے) کہا " چلو، اب شہر میں چلو، اللہ نے چاہا تو امن چین سے رہو گے۔

(شہر میں داخل ہونے کے بعد) اس نے اپنے والدین کو اٹھا کر اپنے پاس تخت پر بٹھایا اور سب اس کے آگے بے اختیار سجدے میں جھک گئے یوسفؑ نے کہا "ابا جان، یہ تعبیر ہے میرے اُس خواب کی جو میں نے پہلے دیکھا تھا، میرے رب نے اسے حقیقت بنا دیا اس کا احسان ہے کہ اُس نے مجھے قید خانے سے نکالا، اور آپ لوگوں کو صحرا سے لا کر مجھ سے ملایا حالانکہ شیطان میرے اور میرے بھائیوں کے درمیان فساد ڈال چکا تھا واقعہ یہ ہے کہ میرا رب غیر محسوس تدبیروں سے اپنی مشیت پوری کرتا ہے، بے شک وہ علیم اور حکیم ہے

محمد اقبال

فَلَمَّا دَخَلُوْا عَلٰى يُوْسُفَ اٰوٰۤى اِلَيْهِ اَبَوَيْهِ وَ قَالَ ادْخُلُوْا مِصْرَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اٰمِنِيْنَؕ ﴿۹۹﴾ وَ رَفَعَ اَبَوَيْهِ عَلَى
الْعَرْشِ وَ خَرُّوْا لَهٗ سُجَّدًا ۚ وَ قَالَ يٰۤاَبَتِ هٰذَا تَاْوِيْلُ رُءْيَايَ مِنْ قَبْلُ ۫ قَدْ جَعَلَهَا رَبِّيْ حَقًّا ؕ وَ قَدْ اَحْسَنَ
بِيْۤ اِذْ اَخْرَجَنِيْ مِنَ السِّجْنِ وَ جَآءَ بِكُمْ مِّنَ الْبَدْوِ مِنْۢ بَعْدِ اَنْ نَّزَغَ الشَّيْطٰنُ بَيْنِيْ وَ بَيْنَ اِخْوَتِيْ ؕ اِنَّ رَبِّيْ
لَطِيْفٌ لِّمَا يَشَآءُ ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ ﴿۱۰۰﴾

And when they went to Joseph, he took his parents aside and said (to the members of his family): "Enter the city now, and if Allah wills, you shall be secure.

And after they had entered the city, Joseph raised his parents to the throne beside himself, and they (involuntarily) bowed in prostration before him. Joseph said: "Father! This is the fulfilment of the vision I had before - one that My Lord has caused to come true. He was kind to me when He rescued me from the prison, and brought you from the desert after Satan had stirred discord between me and my brothers. Certainly my Lord is Subtle in the fulfilment of His will; He is All-Knowing, All-Wise.

فَلَمَّا دَخَلُوْا عَلٰى يُوْسُفَ اٰوٰٓى اِلَيْهِ اَبَوَيْهِ وَقَالَ ادْخُلُوْا مِصْرَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اٰمِنِيْنَ ﴿٩٩﴾ وَرَفَعَ اَبَوَيْهِ عَلَى الْعَرْشِ وَخَرُّوْا لَهٗ سُجَّدًا ۚ وَقَالَ يٰٓاَبَتِ هٰذَا تَاْوِيْلُ رُءْيَايَ مِنْ قَبْلُ ۡ قَدْ جَعَلَهَا رَبِّيْ حَقًّا ۭ

یعقوب علیہ السلام کی یوسف علیہ السلام سے ملاقات

- قرآن کریم نے اپنے اسلوب کے مطابق ایسی باتیں حذف کر دی ہیں جو سیاق کلام سے خود بخود سمجھ میں آسکتی ہیں۔ (یعنی یعقوب علیہ السلام، ان کے تمام بیٹوں، اور ان کے بیوں بچوں کا کنعان سے مصر آنا.....)
- تمام بنو یعقوبؑ (اسرائیل) مصر آگئے تو حضرت یوسف (علیہ السلام) نے اپنے والدین کو خاص طور پر اپنے پاس محل میں جگہ دی اور باقی سارے خاندان کو اطمینان دلایا کہ آپ سب اللہ نے چاہا تو مصر میں خوش و خرم رہیں گے
- حضرت یوسف کے حسین خواب کی تعبیر: جو خواب یوسف علیہ السلام نے بچپن/لڑکپن میں دیکھا تھا کہ سورج، چاند اور گیارہ ستارے اُن کے سامنے سجدہ ریز ہیں وہ مصر میں اس صورت میں آکر پورا ہوا کہ جب دربار لگا اور آپؑ شاہی جلال کے ساتھ جب تخت پر رونق افروز ہوئے تو معمول کے مطابق تمام اہل دربار تعظیماً سجدے میں جھک گئے، تو اس کے بعد حضرت یوسف (علیہ السلام) نے اپنے والد گرامی سے کہا کہ ابا جان! یہ ہے میرے اس خواب کی تعبیر جو میں نے دیکھا تھا
- حضرت یوسف علیہ السلام کو سجدے کی نوعیت: اس ضمن میں علمائے کرام کے دو گروہ ہیں (ا) علماء و مفسرین کی اکثریت اس سجدے کو سجدۂ تعظیمی قرار دیتی ہے اور اس بات کی قائل ہے کہ سجدۂ تعظیمی پہلے کی شریعتوں میں جائز تھا جو (بالاتفاق) شریعتِ محمدی ﷺ میں ممنوع اور حرام قرار دے دیا گیا

(تاہم احادیث مبارکہ کے ذخیرے میں کوئی ایک قول بھی لفظاً اس تائید میں وارد نہیں ہے کہ سجدۂ تعظیمی پہلے کی شریعتوں میں جائز تھا، علما و مفسرین نے (سجدۂ تعظیمی والے) اس قول کو قرائن سے بیان کیا ہے جیسے فرشتوں کا آدم کو سجدہ کرنا، فرعون کے دربار میں جادوگروں کا معجزے کو دیکھ کر سجدہ کرنا وغیرہ)

فَلَمَّا دَخَلُوْا عَلٰى يُوْسُفَ اٰوٰۤى اِلَيْهِ اَبَوَيْهِ وَقَالَ ادْخُلُوْا مِصْرَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اٰمِنِيْنَ ﴿٩٩﴾ وَرَفَعَ اَبَوَيْهِ عَلَى الْعَرْشِ وَخَرُّوْا لَهٗ سُجَّدًا ۚ وَقَالَ يٰۤاَبَتِ هٰذَا تَاْوِيْلُ رُءْيَايَ مِنْ قَبْلُ ۫ قَدْ جَعَلَهَا رَبِّيْ حَقًّا ؕ

حضرت یوسف علیہ السلام کو سجدے کی نوعیت:

- اس پہلے قول کا فائدہ اٹھاتے ہوئے اور کھینچ تان کر کچھ حضرات نے بادشاہوں، بزرگوں اور پیروں کے لیے سجدہ تحیۃ اور سجدہ تعظیمی کا جواز نکال لیا۔ جس کی مثالیں اس زمانے میں بھی مل جاتی ہیں اور ماضی میں بھی (جیسا کہ متحدہ ہندوستان میں دینِ الٰہی کے زیرِ اثر مغل بادشاہوں کے دربار میں سجدۂ تعظیمی کرایا جاتا تھا اور علماء نے اس کے لیے فتاویٰ دے رکھے تھے ۔ جس کو شیخ مجدد الف ثانیؒ نے چیلنج کیا اور قید و بند کی صعوبتیں برداشت کرکے بالاخر اس دینِ ملغوبہ کا خاتمہ کیا)

- (۲) علماء و مفسرین میں سے چند ایک نے البتہ اس قول کو اپنایا ہے کہ یہ سجدہ نہ تو سجدۂ عبادت تھا اور نہ سجدۂ تعظیمی ۔ ان کے نزدیک یہاں یہ غلط فہمی اس لیے پیدا ہوئی کہ لفظ " سجدہ " کو موجودہ اسلامی اصطلاح کا ہم معنی سمجھ لیا گیا، یعنی ہاتھ، گھٹنے اور پیشانی زمین پر ٹکانا، حالانکہ سجدہ کے اصل معنی محض جھکنے کے ہیں اور یہاں یہ لفظ اصطلاحی معنوں میں نہیں بلکہ اپنے اصل لغوی مفہوم میں استعمال ہوا ہے

قدیم تہذیبوں میں یہ عام طریقہ تھا (اور آج بھی بعض ملکوں میں اس کا رواج ہے) کہ کسی کا شکریہ ادا کرنے کے لیے، یا کسی کا استقبال کرنے کے لیے، یا محض سلام کرنے کے لیے سینے پر ہاتھ رکھ کر کسی حد تک آگے کی طرف جھکتے تھے، اسی جھکاؤ کے لیے عربی میں سجود اور انگریزی میں (Bow) کے الفاظ استعمال کیے جاتے ہیں، اس طرح تعظیماً تھوڑا سا آگے جھکنے کی مثالیں بائبل میں بھی موجود ہیں اور ان کے عربی ایڈیشنز میں اس جھکنے کے لیے " سجود" کا لفظ استعمال ہوا ہے

وَقَدْ اَحْسَنَ بِیْۤ اِذْ اَخْرَجَنِیْ مِنَ السِّجْنِ وَجَآءَ بِكُمْ مِّنَ الْبَدْوِ مِنْۢ بَعْدِ اَنْ نَّزَغَ الشَّیْطٰنُ بَیْنِیْ وَبَیْنَ اِخْوَتِیْ ؕ اِنَّ رَبِّیْ لَطِیْفٌ لِّمَا یَشَآءُ ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْعَلِیْمُ الْحَكِیْمُ ﴿۱۰۰﴾

حضرت یوسف (علیہ السلام) کا حسن اخلاق

- حضرت یوسفؑ کے بھائی جو آپ کی جان کے دشمن رہ چکے تھے اس موقع پر آپ نے ان سے انتہائی حسنِ سلوک کا مظاہرہ کیا، بجائے اس کے کہ ان کی دشمنی کا ذکر کریں اور انھیں اس کے ذمہ دار ٹھہرا کر ان پر ملامت کے تیر برسائیں۔ اس کے برعکس یہ فرما رہے ہیں کہ میرے اور بھائیوں کے درمیان جو ناگوار صورتحال پیدا ہوئی یہ سب کچھ شیطان کا کیا دھرا تھا۔ بھائیوں کو شیطان نے ایسا بہکایا کہ وہ خیر و شر میں تمیز نہ کرسکے، میں ان کی آمد کو بھی اللہ تعالیٰ کا انعام سمجھتا ہوں۔ وہ بہرحال میرے بھائی ہیں، میرے خون کا حصہ ہیں۔ اس لیے میں ان کے حق قرابت کو کیسے بھول سکتا ہوں
- لیکن ساتھ ہی فرمایا کہ میرا رب لطیف ہے، وہ بہت باریک بین اور بے حد دقیقہ رس ہے۔ وہ جب کسی پر انعامات کرنا چاہتا ہے تو بظاہر اس پر جو مصیبتیں اترتی ہیں ان کے اندر سے راحت رسانی کے سامان پیدا کردیتا ہے، وہ محرومیوں اور مایوسیوں میں امیدوں کے پھول اگا دیتا ہے۔ وہ بظاہر ناکامیوں میں کامیابیوں کی سحر طلوع کردیتا ہے۔ نگاہیں کچھ دیکھ رہی ہوتی ہیں لیکن اس کی قدرت سے کچھ اور ظہور پذیر ہوتا ہے۔ میں بظاہر حوادث کا شکار ہوا لیکن اللہ تعالیٰ نے انھیں حوادث سے تخت و تاج کا راستہ نکالا۔ ہم ظاہر بین لوگ اپنی نارسائیوں کو علم اور اپنی کوتاہیوں کو حکمت سمجھ بیٹھتے ہیں۔ لیکن حقیقت میں علیم اور حکیم صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔

رَبِّ قَدْ اٰتَيْتَنِيْ مِنَ الْمُلْكِ وَعَلَّمْتَنِيْ مِنْ تَاْوِيْلِ الْاَحَادِيْثِ ۚ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۣ اَنْتَ وَلِيّٖ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۚ تَوَفَّنِيْ مُسْلِمًا وَّاَلْحِقْنِيْ بِالصّٰلِحِيْنَ ﴿١٠١﴾

رَبِّ قَدْ اٰتَيْتَنِيْ - اے میرے مالک ! یقیناً عطا کی تو نے مجھے

اٰتٰی یُؤْتِیْ ، اِیْتَآءٌ - دینا، عطا کرنا

مِنَ الْمُلْكِ - حکومت

مُلْك - بادشاہی، حکومت، مُلک

وَعَلَّمْتَنِيْ - اور مجھے علم سکھایا

عَلَّمَ یُعَلِّمُ ، تَعْلِیْمٌ - علم دینا، سکھانا (II)

مِنْ تَاْوِيْلِ الْاَحَادِيْثِ - باتوں کی تہہ تک پہنچنے کا

فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ - اے پیدا کرنے والے آسمانوں اور زمین کے

اَنْتَ وَلِيّٖ - تو ہی سرپرست ہے میرا

(وَلِیّٖ = وَلِیِّ + یْ) جسے وَلِیِّیْ کی بجائے وَلِیّٖ لکھا گیا ہے

(دوست، مددگار، کارساز، نگہبان، سرپرست

فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ - دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی

تَوَفَّنِيْ مُسْلِمًا - تو وفات دے مجھ کو فرماں بردار ہوتے ہوئے

تَوَفّٰی یَتَوَفّٰی ، تَوَفِّیٌ - فوت کرنا، اٹھالینا (II)

وَّاَلْحِقْنِيْ بِالصّٰلِحِيْنَ - اور شامل کر مجھے نیک لوگوں میں

(ل ح ق) اَلْحَقَ یُلْحِقُ ، اِلْحَاقٌ ملادینا، شامل کرنا (IV)

رَبِّ قَدْ اٰتَیْتَنِیْ مِنَ الْمُلْكِ وَ عَلَّمْتَنِیْ مِنْ تَاْوِیْلِ الْاَحَادِیْثِ ۚ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ۫ اَنْتَ وَلِیّٖ فِی الدُّنْیَا وَ الْاٰخِرَةِ ۚ تَوَفَّنِیْ مُسْلِمًا وَّ اَلْحِقْنِیْ بِالصّٰلِحِیْنَ ﴿۱۰۱﴾

اے میرے رب، تو نے مجھے حکومت بخشی اور مجھ کو باتوں کی تہ تک پہنچنا سکھایا زمین و آسمان کے بنانے والے، تو ہی دنیا اور آخرت میں میرا سرپرست ہے، میرا خاتمہ اسلام پر کر اور انجام کار مجھے صالحین کے ساتھ ملا

My Lord! You have bestowed dominion upon me and have taught me to comprehend the depths of things. O Creator of heavens and earth! You are my Guardian in this world and in the Hereafter. Cause me to die in submission to You, and join me, in the end, with the righteous."

محمد اقبال

رَبِّ قَدْ اٰتَيْتَنِیْ مِنَ الْمُلْكِ وَعَلَّمْتَنِیْ مِنْ تَاْوِيْلِ الْاَحَادِيْثِ ۚ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ۫ اَنْتَ وَلِیّٖ فِی الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةِ ۚ تَوَفَّنِیْ مُسْلِمًا وَّ اَلْحِقْنِیْ بِالصّٰلِحِيْنَ ﴿۱۰۱﴾

سچے مومن کی سیرت کا دلکش نقشہ (کردار کی حقیقی عظمت)

- یوسف علیہ السلام کے خواب کی تعبیر اور ان کے والدین اور خاندان کے تمام افراد کا ان کے پاس آ جانا۔آپؑ کی حمد و سپاس
- صحرائی گلہ بانوں کے خاندان کا ایک فرد جس کو خود اس کے بھائیوں نے حسد کے مارے ہلاک کر دینا چاہا تھا زندگی کے نشیب و فراز دیکھتا ہوا بالاخر دنیوی عروج کے انتہائی مقام پر پہنچ گیا ہے، اس کے قحط زدہ اہل خاندان اب اس کے دست نگر ہو کر اس کے حضور آئے ہیں اور وہ حاسد بھائی بھی جو اس کو مار ڈالنا چاہتے تھے، اس کے تخت شاہی کے سامنے سر نگوں کھڑے ہیں
- یہ موقع دنیا کے عام دستور کے مطابق فخر جتانے، ڈینگیں مارنے، گلے اور شکوے کرنے، اور طعن و ملامت کے تیر برسانے کا تھا، مگر ایک سچا خدا پرست انسان اس موقع پر کچھ دوسرے ہی اخلاق ظاہر کرتا ہے، وہ ان کے مظالم کوئی ملامت نہیں کرتا جو اوائل عمر میں انھوں نے اس پر کیے تھے، اس کے بر عکس وہ اس بات پر شکر ادا کرتا ہے کہ خدا نے اتنے دنوں کی جدائی کے بعد ان لوگوں کو مجھ سے ملایا۔ وہ حاسد بھائیوں کے خلاف شکایت کا ایک لفظ زبان سے نہیں نکالتا، حتی کہ یہ بھی نہیں کہتا کہ انھوں نے میرے ساتھ برائی کی تھی
- آپ کا دل اللہ تعالیٰ کی حمد و سپاس میں ڈوب جاتا ہے۔ اے میرے رب ! میں ایک بے بسی کی تصویر غلام بن کر اس شہر میں آیا تھا۔ تیری عنایت کا کیا کہنا کہ تو نے مجھے اس ملک کی حکومت عطا کی۔ تو نے مجھے باتوں کی تہہ تک اترنے کا ملکہ سکھایا۔ اے آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے والے، میں اس ملک کا حکمران ہو کر بھی اپنے آپ کو کچھ نہیں سمجھتا، تو ہی میرا کارساز اور میرا سرپرست ہے۔ تیری طاقت میرا سہارا ہے۔ مجھے تیری ذات پر بھروسہ ہے۔ میری زندگی اور موت تیرے قبضہ میں ہے۔ دنیا میں جب تک زندہ رہوں تیری بندگی و غلامی پر ثابت قدم رہوں، مجھے اپنے فرمان بردار کی حیثیت سے دنیا سے لے جانا اور مجھے پھر اپنے نیک بندوں کے ساتھ شمار کرنا

ذٰلِكَ مِنۡ اَنۡۢبَآءِ الۡغَيۡبِ نُوۡحِيۡهِ اِلَيۡكَ‌ ۚ وَمَا كُنۡتَ لَدَيۡهِمۡ اِذۡ اَجۡمَعُوۡۤا اَمۡرَهُمۡ وَهُمۡ يَمۡكُرُوۡنَ ﴿۱۰۲﴾ وَمَاۤ اَكۡثَرُ النَّاسِ وَلَوۡ حَرَصۡتَ بِمُؤۡمِنِيۡنَ ﴿۱۰۳﴾ وَمَا تَسۡـَٔلُهُمۡ عَلَيۡهِ مِنۡ اَجۡرٍ‌ ؕ اِنۡ هُوَ اِلَّا ذِكۡرٌ لِّلۡعٰلَمِيۡنَ ﴿۱۰۴﴾

ذٰلِكَ مِنۡ اَنۡۢبَآءِ الۡغَيۡبِ - یہ غیب کی خبریں ہیں

اَنۡۢبَآء - خبریں (نَبأ کی جمع)

نُوۡحِيۡهِ اِلَيۡكَ - (جو) ہم وحی کر رہے ہیں تمہاری طرف

اَوۡحٰی يُوۡحِیۡ ، اِيۡحَآءٌ - وحی کرنا (IV)

وَمَا كُنۡتَ لَدَيۡهِمۡ - حالانکہ نہ تھے آپ ان کے پاس

لَدَيۡهِمۡ = (لَدٰی + هِمۡ)

لَدٰی - پاس

اِذۡ اَجۡمَعُوۡۤا اَمۡرَهُمۡ - جب وہ اکٹھے ہوئے ایک فیصلے پر

(متفقہ فیصلہ کیا) یوسفؑ کو کنویں میں پھینکنے کا

وَهُمۡ يَمۡكُرُوۡنَ - اور وہ سازشیں کر رہے تھے

وَمَاۤ اَكۡثَرُ النَّاسِ - اور نہیں ہیں اکثر انسان

وَلَوۡ حَرَصۡتَ بِمُؤۡمِنِيۡنَ - خواہ تم کتنا ہی چاہو اس پر یقین کرنے والے

حَرَصَ يَحۡرِصُ ، حَرۡصٌ

خواہش کرنا، حرص کرنا

وَمَا تَسۡـَٔلُهُمۡ عَلَيۡهِ مِنۡ اَجۡرٍ - حالانکہ نہیں مانگتے آپ ان سے اس (خدمت) پر کوئی اجر

اِنۡ هُوَ اِلَّا ذِكۡرٌ لِّلۡعٰلَمِيۡنَ - نہیں ہے یہ (قرآن) مگر ایک نصیحت جہان والوں کے لیے

ذٰلِكَ مِنۡ اَنۡۢبَآءِ الۡغَيۡبِ نُوۡحِيۡهِ اِلَيۡكَ ۚ وَمَا كُنۡتَ لَدَيۡهِمۡ اِذۡ اَجۡمَعُوۡۤا اَمۡرَهُمۡ وَهُمۡ يَمۡكُرُوۡنَ ﴿۱۰۲﴾ وَمَاۤ اَكۡثَرُ النَّاسِ وَلَوۡ
حَرَصۡتَ بِمُؤۡمِنِيۡنَ ﴿۱۰۳﴾ وَمَا تَسۡـَٔلُهُمۡ عَلَيۡهِ مِنۡ اَجۡرٍ ؕ اِنۡ هُوَ اِلَّا ذِكۡرٌ لِّلۡعٰلَمِيۡنَ ﴿۱۰۴﴾ ع

اے محمدؐ، یہ قصہ غیب کی خبروں میں سے ہے جو ہم آپ پر وحی کر رہے ہیں ورنہ آپ اُس وقت موجود نہ تھے جب یوسفؑ کے بھائیوں نے آپس میں اتفاق کرکے سازش کی تھی

مگر تم خواہ کتنا ہی چاہو اِن میں سے اکثر لوگ مان کر دینے والے نہیں ہیں

حالانکہ تم اس خدمت پر ان سے کوئی اجرت بھی نہیں مانگتے ہو یہ تو ایک نصیحت ہے جو دنیا والوں کے لیے عام ہے

(O Muhammad), this is part of news from the Unseen that We reveal to you for you were not present with them when Joseph's brothers jointly resolved on a plot.

And most of the people, howsoever you might so desire, are not going to believe.

You do not seek from them any recompense for your service. This is merely an admonition to all mankind.

محمد اقبال

ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَیْبِ نُوْحِیْهِ اِلَیْكَ ۚ وَ مَا كُنْتَ لَدَیْهِمْ اِذْ اَجْمَعُوْۤا اَمْرَهُمْ وَ هُمْ یَمْكُرُوْنَ ﴿۱۰۲﴾ وَ مَاۤ اَكْثَرُ النَّاسِ وَ لَوْ حَرَصْتَ بِمُؤْمِنِیْنَ ﴿۱۰۳﴾ وَ مَا تَسْــٴَـلُهُمْ عَلَیْهِ مِنْ اَجْرٍ ؕ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِیْنَ ﴿۱۰۴﴾

قصہ یوسف علیہ السلام کا اختتام

- یہاں آکر حضرت یوسف (علیہ السلام) کا اصل قصہ ختم ہو جاتا ہے اور اب اس پر سبق آموز تبصرے کیے جاتے ہیں
- یوسفؑ کا قصہ جو رسول اللہ ﷺ کی زبان پر جاری ہوا وہ بجائے خود اس بات کا ثبوت ہے کہ قرآن وحی ربانی ہے نہ کہ کلام انسانی۔ یہ واقعہ رسول اللہ ﷺ سے تقریباً ڈھائی ہزار سال پہلے پیش آیا۔ آپ نے اس واقعہ کو نہ تو بطور خود دیکھا تھا اور نہ وہ کسی تاریخ میں لکھا ہوا تھا کہ آپ اس کو پڑھیں یا کسی سے پڑھوا کر سنیں۔ وہ صرف توراۃ کے صفحات میں تھا۔ اور پریس کے دور سے قبل توراۃ ایک ایسی کتاب تھی جس کی واقفیت صرف یہودی مراکز کے چند یہودی علماء کو ہوتی تھی، اور کسی کو نہیں۔
- قرآن میں اس واقعہ کو جس طرح بیان کیا گیا ہے، بنیادی طور پر توراۃ کے مطابق ہونے کے باوجود، تفصیلات میں وہ اس سے کافی مختلف ہے، یہ اختلاف بذات خود قرآن کے وحی الٰہی ہونے کا ثبوت ہے۔ کیونکہ جہاں جہاں دونوں میں اختلاف ہے وہاں قرآن کا بیان واضح طور پر عقل و فطرت کے مطابق معلوم ہوتا ہے۔ قرآن کا بیان پڑھ کر واقعی یہ سمجھ میں آتا ہے کہ وہ یعقوبؑ اور یوسفؑ کی پیغمبرانہ سیرت کے مناسب ہے جب کہ توراۃ کے بیانات پیغمبرانہ سیرت کے مناسب حال نہیں
- حق کو نہ ماننے کا سبب اگر دلیل ہو تو دلیل سامنے آنے کے بعد آدمی فوراً اس کو مان لے گا۔ مگر اکثر حالات میں انکار حق کا سبب ہٹ دھرمی ہوتا ہے۔ ایسے لوگ حق کو اس لیے نہیں مانتے کہ وہ اس کو ماننا نہیں چاہتے۔ (جیسا کہ مشرکینِ مکہ نے یہ سوال کیا تھا آپ ﷺ سے کہ بنی اسرائیل کے مصر جانے کا کیا قصہ ہے؟ اور جب یہ بتا دیا گیا تو انہیں آئینہ دکھایا جا رہا ہے کہ تم وہ ہٹ دھرم ہو اپنا منہ مانگا ثبوت مل جانے پر بھی مان کر نہیں دیتے

رَبَّنَا آمَنَّا بِمَا أَنْزَلْتَ وَاتَّبَعْنَا الرَّسُولَ فَاكْتُبْنَا مَعَ الشَّاهِدِينَ

اضافی مواد

Reference Material

آیات ۹۴ - ۱۰۴ (رموز و اسباق)

- علماء کا جہلا کے درمیان زندگی بسر کرنا رنج اور مشکلات کا باعث ہے (اِنِّیۡ لَاَجِدُ رِیۡحَ یُوۡسُفَ لَوۡلَاۤ اَنۡ تُفَنِّدُوۡنِ)
- ظاہری حالات جن کے بدلنے کا عام انسان سوچ بھی نہیں سکتے، اللہ تعالیٰ ان کو بھی بدلنے پر پوری طرح قادر ہے
- دعا مانگنا، اللہ تعالیٰ سے امید استوار رکھنے کا بہترین ذریعہ ہے
- ہجرت کے قریب آجانے پر یوسف علیہ السلام کی جلاوطنی، گھر بار سے دوری اور راہِ ہجرت کا قصہ —اور اس کے اسباق کہ ہجرت خیر کے بے پناہ اور لاتعداد مواقع اپنے اندر سمیٹے ہوئے ہے (آپ ﷺ اور اہلِ ایمان کو تسلی)
- ہر تنگی اور تکلیف کے بعد آسانی اور کشادگی آیا کرتی ہے (فَاِنَّ مَعَ الۡعُسۡرِ یُسۡرًا اِنَّ مَعَ الۡعُسۡرِ یُسۡرًا)
- اولاد دینی یا دنیوی لحاظ سے کسی بھی اعلیٰ مناصب و مراتب پر پہنچ جائے، والدین کا حق کبھی سقط نہیں ہوتا (اٰوٰۤی اِلَیۡهِ اَبَوَیۡهِ)
- اللہ تعالیٰ کی طرف سے خصوصی علم سے بہرہ مند ہونا، انبیاء علیہ السلام کی خصوصیات میں سے (إنی إعلم من اللہ مالا تعلمون)
- گناہوں سے استغفار کرنا ضروری ہے۔(یٰأبانا استغفر لنا ذنوبنا)
- اولاد کے حق میں والدین کی دعا، مستجاب ہونے کے قریب تر ہے (قال سوف إستغفر لکم ربّی)
- گناہ اور ان پر استغفار کے درمیان جتنا بھی طویل فاصلہ ہو توبہ کی قبولیت کے لیے مانع نہیں ہے۔
- لوگوں کو اللہ کی مغفرت و رحمت اور ان کے گناہوں کی بخشش کی امید دلوانا، پسندیدہ عمل اور انبیاء کی صفات میں سے ہے

آیات ۹۴ - ۱۰۴ (رموز واسباق)

- اپنے والدین اور رشتہ داروں کے استقبال کے لیے جانا اور ان کے آنے کا انتظار کرنا، اچھی عادت اور معاشرتی آداب میں سے ہے۔
- معاشرے میں امن وامان کا ہونا اور زندگی کے گذر بسر میں خوف وہراس کا نہ ہونا، قرآن مجید اور انبیاء کی نظر میں ایک ضروری چیز ہے (جس کا تذکرہ خصوصی طور پر یہاں ہوا ہے)۔ قال ادخلوا مصر ان شاء اللہ امنین
- قدرت وطاقت اور وسائل کے ہونے کے باوجود اللہ پر بھروسہ اور کاموں کے انجام پانے میں مشیت الٰہی کو ہی موئثر جاننا اور سمجھنا چاہیے (جیسا یوسف علیہ السلام سمجھتے تھے۔ادخلوا مصر إن شاء اللہ اٖمنین)
- انسانوں کی زندگی کے مسائل میں مشیّت الٰہی، حاکم اور موئثر ہے
- اپنے مسائل وامور کی انجام دہی میں مشیت الٰہی کو موثر سمجھنا اور اپنے ارادوں میں اس کا اظہار کرنا ضروری ہے (شعوری طور پر ان شاء اللہ کہنے اور فی الحقیقت سمجھنے سے)
- یوسف علیہ السلام نے خاندان یعقوب (علیہ السلام) کا صحرا اور بیابان سے شہر وآبادی کی طرف کوچ کرنے کو اللہ تعالیٰ کے احسانات میں سے شمار کیا ہے جس میں ایک نکتہ پوشیدہ ہے کہ آبادیوں اور شہروں میں زندگی بسر کرنا، صحرا اور بیابان کی زندگی سے بہتر ہے۔(قدإحسن بی إذ۔ جاء بکم من البدو)
- رشتہ داروں اور دوستوں کا آپس میں بغیر کسی کینہ وکدورت اور لڑائی جھگڑے کے زندگی بسر کرنا، اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سے ہے۔۔(قدإحسن بی إذ۔ جاء بکم من البدو .... من بعدإن نزغ...)

آیات ۹۴ - ۱۰۴ (رموز واسباق)

- کینہ اور لڑائی کا موجب، شیطان ہے (من بعد ان نزغ الشیطان بيني و بين إخوتي)
- رشتہ داروں کے درمیان فساد و جھگڑے پیدا کرنا اور انسانوں کو قطع رحمی پر اکسانا، شیطانی کا کام ہے
- اللہ تعالیٰ علیم (مطلق جاننے والا) اور حکیم ہے، لطیف ہے جس کو چاہے لطافت کے ساتھ اس کو وجود میں لے آتا ہے اور کائنات اور اس کے عوامل واسباب پر حکومت و سلطنت رکھتا ہے۔(ان ربی لطیف لما یشاء)
- اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کی طرف توجہ کرنا، دعا اور راز و نیاز کے آداب میں سے ہے۔ (رب قد اتیتنی...)
- انسان کا اللہ تعالیٰ کے اسماء و صفات کی طرف توجہ کرنا اس کی درگاہ میں دعا اور راز و نیاز کرنے کا ذریعہ ہے
- ایک حقیقی مردِ مومن خوشحالی اور بدحالی دونوں صورتوں میں اپنے رب کو یاد رکھتا ہے
- اللہ تعالیٰ انسانوں کا ولی اور سرپرست ہے اور ان کے تمام امور اس کے اختیار میں ہیں۔
- اللہ کی حکمرانی اور سرپرستی، زمان و مکان کے ساتھ محدود نہیں بلکہ دنیا و آخرت میں نافذ العمل ہے(اِنت ولیّ فی الدنیا والاٰخرۃ)
- اللہ تعالیٰ اور اس کے احکامِ تقدیر کے مقابلے میں سر تسلیم خم کرنا ضروری ہے (توفنی مسلماً)
- زندگی کی آخری سانس تک اللہ کی اطاعت و فرمانبرداری کی حالت میں رہنا اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمتوں میں سے ہے۔
- دنیا میں نیک لوگوں کے ساتھ رہنا اور آخرت میں ان کے ساتھ زندگی بسر کرنا اللہ تعالیٰ کی قابل قدر نعمتوں میں سے ہے۔

آیات ۹۴ - ۱۰۴ (رموز و اسباق)

- انسان کو چاہیے کہ ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں سر تسلیم خم رہنے، عاقبت سے باخیر ہونے اور آخرت کی زندگی میں صالحین کے ساتھ رہنے کی دعا اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں راز و نیاز کرے۔ (اللَّهُمَّ تَوَفَّنَا مُسْلِمِينَ، وَأَحْيِنَا مُسْلِمِينَ، وَأَلْحِقْنَا بِالصَّالحينَ - رَبِّ هَبْ لِي حُكْمًا وَأَلْحِقْنِي بِالصَّالِحِينَ - تَوَفَّنِي مُسْلِمًا وَأَلْحِقْنِي بِالصَّالِحِينَ)
- اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو یاد کرنا اور اس کی شائستہ صفات کے ساتھ حمد و ثناء کرنا، اللہ تعالیٰ کی درگاہ میں دعا کرنے کے آداب میں سے ہے۔ (ربّ قدء اٰتیتنی من الملک۔۔ فاطر السموات والأرض۔۔ توفنی مسلماً والحقنی بالصالحین)
- اللہ تعالی کی اطاعت اور اس کے سامنے سرِ تسلیم خم کرنا، صالحین کے زمرے میں شامل ہونے کی شرط ہے۔
- ایک حقیقی مومن ہمیشہ معاملات کے انجام پر نظر رکھتا ہے، دنیاوی اعزازات اور آسائشوں کے جلو میں بھی وہ موت کو کبھی فراموش نہیں کرتا، دنیا کی رغبتیں اور راحتیں اس سے کبھی اس کے انجام کی فکر نہیں چھین سکتیں
- رب سے گہرا تعلق (اس سے مناجات)، اور اپنے خاتمہ بالایمان کے لیے اللہ کے حضور گڑگڑاتے رہنا مومن کی نشانی ہے
- قرآنِ مجید، انسانی تاریخ سے آشنائی، اور اہم تاریخی واقعات کی شناخت کا سرچشمہ ہے (ذلک من انباء الغیب نوحیہ الیک)
- اکثر لوگوں کا ایمان نہ لانے کا سبب ان کا حق قبول کرنے سے انکار ہے نہ کہ پیغمبر علیہ السلام کی تبلیغ میں کوئی کمی اور نہ ہی قرآن کی حقانیت کی دلیل میں کوئی نقص تھا۔(اکثریت کی نفسیات پر قرآنی تبصرہ جو قرآن کے کئی دیگر مقامات پر بھی موجود)
- اکثریت ہمیشہ حق کی دلیل نہیں (تفصیلی ضمیمہ آگے کی سلائیڈز میں)

کیا اکثریت صداقت کی دلیل ہے

- قرآنِ مجید کی کتنی ہی آیات اس بات کو بیان کرتی ہیں
- وَلَوْ أَعْجَبَکَ كَثْرَةُ الْخَبِيثِ - [۵:۱۰۰] کبھی تمھیں بُروں اور ناپاک چیزوں کی زیادتی تعجب میں نہ ڈالے
- وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ [۳۰:۶] اکثر لوگوں کے کام علم و دانش کے ماتحت نہیں ہوتے۔
- معاشرہ کا ہر طبقہ چاہے وہ اقلیت میں ہوں یا اکثریت میں سب کو حقوق کا مستحق قرار دیا گیا ہے
- وَمَا وَجَدْنَا لِاَكْثَرِهِمْ مِّنْ عَهْدٍ ۚ وَاِنْ وَّجَدْنَاۤ اَكْثَرَهُمْ لَفٰسِقِيْنَ– [۷:۱۰۲] اور ہم نے ان میں سے اکثر لوگوں میں عہد (کا نباہ) نہ پایا اور ان میں سے اکثر لوگوں کو ہم نے نافرمان ہی پایا،
- وَمَاۤ اَكْثَرُ النَّاسِ وَلَوْ حَرَصْتَ بِمُؤْمِنِيْنَ– [۱۲:۱۰۳] اور اکثر لوگ ایمان لانے والے نہیں ہیں اگرچہ آپ (کتنی ہی) خواہش کریں
- اِنَّ السَّاعَةَ لَاٰتِيَةٌ لَّا رَيْبَ فِيْهَا وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يُؤْمِنُوْنَ– [۴۰:۵۹] بے شک قیامت ضرور آنے والی ہے، اس میں کوئی شک نہیں۔ لیکن اکثر لوگ ایمان نہیں رکھتے
- بَلْ جَآءَهُمْ بِالْحَقِّ وَاَكْثَرُهُمْ لِلْحَقِّ كٰرِهُوْنَ - [۲۳:۷۰] بلکہ وہ ان کے پاس حق لے کر تشریف لائے ہیں اور ان میں سے اکثر لوگ حق کو پسند نہیں کرتے،
- وَمَا يَتَّبِعُ أَكْثَرُهُمْ إِلَّا ظَنًّا ۚ - [۱۰:۳۶] ان میں سے اکثر محض گمان کی پیروی کرتے ہی

اکثریت – کیا معیار حق ہے؟

- اگر بات حق اور صداقت کی ہو تو اکثریت کوئی معیار نہیں ہے
- بیشتر لوگ جو دنیا میں بستے ہیں علم کے بجائے قیاس و گمان کی پیروی کر رہے ہیں اور ان کے عقائد، تخیلات، فلسفے، اصول زندگی اور قوانین عمل سب کے سب قیاس آرائیوں پر مبنی ہیں
- بخلاف اس کے اللہ کے راستہ، یعنی دنیا میں زندگی بسر کرنے کا وہ طریقہ جو اللہ کی رضا کے مطابق ہے، لازماً صرف وہی ایک ہے جس کا علم اللہ نے خود دیا ہے نہ کہ وہ جس کو لوگوں نے بطور خود اپنے قیاسات سے تجویز کر لیا ہے
- لہٰذا کسی طالب حق کو یہ نہ دیکھنا چاہیے کہ دنیا کے بیشتر انسان کس راستہ پر جا رہے ہیں بلکہ اسے پوری ثابت قدمی کے ساتھ اس راہ پر چلنا چاہیے جو اللہ نے بتائی ہے، چاہے اس راستہ پر چلنے کے لیے وہ دنیا میں اکیلا ہی رہ جائے۔ [تفہیم القرآن]
- قرآن کریم کا مطالعہ کرنے کے بعد یہ بات ثابت ہو جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کبھی بھی اکثریت کو حق و حقیقت کا معیار قرار نہیں دیا ہے، بلکہ اس کے برعکس اکثر لوگوں کی مذمت کی ہے اس دلیل کی بنیاد پر کہ وہ تاریخ میں ہمیشہ حق کے خلاف رہے ہیں

اکثریت کو کہاں معیار بنایا جاسکتا ہے؟

- کیا اسلام نے اکثریت کا مکمل انکار نہیں کیا؟
- اسلام نے اکثریت کا مکمل انکار نہیں کیا ہے اگر کہیں اکثریت غلط ہو اس کا مطلب یہ نہیں کہ حتماً اقلیت ہی حق پر ہو گی، ممکن ہے اکثریت ٹھیک ہو اور اقلیت غلط، اور یہ بھی ممکن ہے اکثریت بھی غلط ہو اور اقلیت بھی غلط۔
- دین کے اندر اگر اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے احکامات کو قطعی اصولوں کے طور پر مان لیا جائے تو پھر ان کی واضح کردہ حدود کے اندر رہتے ہوئے مباحات کے بارے میں اکثریت کی بنا پر فیصلے ہو سکتے ہیں
- روزمرہ زندگی کے دیگر امور میں جہاں دین نے اکثریت اور اقلیت کو معیار بننے سے منع نہیں کیا وہاں اکثریت کو معیار بنا سکتے ہیں
- مجلس مشاورت (شوریٰ) میں کسی مباح مسئلے پر اراکین کی اکثریت کی بنا پر فیصلے کیے جا سکتے ہیں (جب اہل شوری کا کسی مسئلہ پر اتفاقی و اکثریتی رائے آ جائے تو امام/امیر کے لیے اس کی مخالفت جائز نہیں ہے۔ کیونکہ اس بات کی تائید ایک حدیث سے ہوتی ہے —آپ ﷺ نے فرمایا اہل رائے سے مشورہ کرو پھر ان کی پیروی کرو)
- نبی اکرم ﷺ نے جنگِ احد کے موقع پر مشاورت میں اکثریت کی بنا پر شہر سے باہر لڑنے کا فیصلہ کیا، اگرچہ آپ ﷺ کی ذاتی رائے شہر کے اندر رہ کر دفاع کرنے کی تھی
- قَالَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، إِنَّ أُمَّتِي لَا تَجْتَمِعُ عَلَى ضَلَالَةٍ فَإِذَا رَأَيْتُمْ اخْتِلَافًا فَعَلَيْكُمْ بِالسَّوَادِ الْأَعْظَمِ - بلاشبہ میری امت گمراہی پر مجتمع (متفق) نہ ہو گی جب تم اختلافات دیکھو تو (قرآن وسنت پر عمل پیرا) اکثریت کا ساتھ دو

اسلام اور اکثریت

- سورۃ الانعام کی آیت ۱۱۶ (وَاِنۡ تُطِعۡ اَكۡثَرَ مَنۡ فِى الۡاَرۡضِ يُضِلُّوۡكَ عَنۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ ؕ - اور اگر آپ روئے زمین کی اکثریت کا اتباع کرلیں گے تو یہ راہِ خدا سے بہکادیں گے)

سے کیا جمہوریت کی مخالفت پر استدلال درست ہے؟

اس آیت سے جمہوریت کی مخالفت پر استدلال درست نہیں ہے، اس آیت میں اصول کا نہیں بلکہ امر واقعی کا بیان ہے درحقیقت یہ آیت (الانعام- 116) حق و باطل کے فیصلے سے متعلق ہے۔ یعنی اگر حق و باطل کے درمیان فیصلہ ہوگا تو یقیناً اکثریت کی رائے کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔

اس آیتِ کریمہ کو آیات 113، 114 اور 115 کے ساتھ ملا کر پڑھنا چاہیے جو اس کا درست تناظر فراہم کرتی ہیں کہ اس آیت میں طرز حکومت کی بات نہین ہو رہی

- اِس آیت میں یہ حقیقت نمایاں کی گئ ہے کہ لوگوں کی اکثریت بالعموم گمراہی پر کھڑی ہوتی ہے، لہٰذا اگر اللہ کی ہدایت کو چھوڑ کر اُن کی پیروی کی تو وہ اللہ کی راہ سے بھٹکا دیں گے۔ اِس کی وجہ یہ ہے کہ بیش تر لوگ رسوم و رواج کے پابند اور آبائی طور طریقوں کے پیرو ہوتے ہیں۔ وہ محکم دلائل پر کھڑے نہیں ہوتے، وہ علم واستدلال کے بجاے ظن و گمان کو بنیاد بناتے ہیں، لہٰذا حق کے متلاشی کو یہ روش اختیار نہیں کرنی چاہیے کہ چونکہ زیادہ لوگ فلاں بات کہہ رہے ہیں، اِس لیے وہی صحیح اور لائق اتباع ہے۔ اِس کے بجاے اللہ کی ہدایت کو اپنے لیے مشعلِ راہ بنانا چاہیے
- ان معاملات میں جن کا تعلق قرآن و حدیث کی نصوص سے نہیں بلکہ ان کا تعلق نظم و ضبط ایڈ منسٹریشن سے ہے اور دین نے اس سے منع بھی نہیں کیا وہاں ایسے اصولوں سے استفادہ کیا جاسکتا ہے

اسلام اور اکثریت

- معاشرہ کو ادارہ کرنے کیلئے اکثریت کی رائے پر انحصار ایک قسم کی مجبوری ہے کیونکہ مادی معاشرہ میں قوانین کو مقررہ کرنے اور کسی مسئلہ میں فیصلہ دینے کیلئے کوئی بھی قانون اعتراضات سے خالی نہیں ہے۔
- اس وجہ سے بہت سے دانشور اس حقیقت کا اعتراف کرنے کے باوجود کہ بیشتر امور میں اکثریت کی رائے غلطی کا شکار ہو سکتی ہے پھر بھی اکثریت کی رائے کو قبول کرنے پر مجبور ہیں کیونکہ اس کے علاوہ کوئی دوسرا اس سے بہتر راستہ نہیں ہے
- جمہوری طریقہ میں مسلمان کفار کو نہیں بلکہ مسلمانوں کا چناؤ کرتے ہیں نہ وہ کفار سے ہدایت لیتے ہیں، یہ ایک چناؤ کا ایڈمنسٹریشن کا طریقہ ہے جس سے ایمان و دین محفوظ ہے۔ مسلمان اگر کوئی بہتر طریقہ ایجاد کر لیں تو سب اس پر عمل کرنا شروع کر دیں گے۔
- کسی اسلامی ملک میں پارلیمنٹ حق و باطل کے بارے میں فیصلے نہیں کرتی (اس لیے کہ حرام و حلال اور نصوص کے بارے میں پارلیمان فیصلہ نہیں کر سکتی، یہ سب تو اسلام میں طے شدہ ہیں)، پارلیمنٹ میں انتظامیہ، عوامی امور، دفاع، بین الاقوامی امور، اقتصادیات، فوجداری اور دیوانی قوانین وغیرہ (صرف مباحات اور انتظامی امور) کے بارے میں قانون سازی کی جاتی ہے
- اجتہادی مسائل میں اسلامی علوم کے ماہرین کی آرا میں بھی قانون سازی ہو سکتی ہے

اسلام اور اکثریت

- آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا "عَنْ أَبِي ذَرٍّ ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ : " اثْنَانِ خَيْرٌ مِنْ وَاحِدٍ ، وَثَلَاثَةٌ خَيْرٌ مِنَ اثْنَيْنِ ، وَأَرْبَعَةٌ خَيْرٌ مِنْ ثَلَاثَةٍ ، فَعَلَيْكُمْ بِالْجَمَاعَةِ ، فَإِنَّ اللَّهَ لَنْ يَجْمَعَ أُمَّتِي إِلَّا عَلَى هُدًى "احمد بن حنبل، المسند،21331
- کسی مسئلے پر دو کا ایک کے مقابلے میں جمع ہونا بہتر اور محفوظ ہے۔اسی طرح تین دو کے مقابلے میں بہتر ہیں اور چار، تین کے مقابلے میں تم پر اکثریتی جماعت کی پیروی لازم ہے۔ بیشک اللہ تعالیٰ میری امت کو سوائے ہدایت کے کسی غلط بات پر جمع نہیں ہونے دے گا۔
- حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا:تشاوروا فی أمرکم، فإن کان اثنان واثنان، فارجعوا فی الشوریٰ، فإن کان أربعة واثنان، فخذوا صنف الأکثر – الطبقات الکبری، ابن سعد، 3: 61 اپنے امور میں باہمی مشورہ کیا کرو، اگر کسی مسئلے پر رائے دو اور دو افراد میں مساوی تقسیم ہو جائے تو پھر اُسے شوریٰ میں لے جاؤ۔اگر رائے کی تقسیم چار اور دو میں ہو جائے تو اکثریتی رائے کو اپنالو۔

پاکستان میں :

- عوام کی حاکمیت کے مغربی تصور کو آئین کے آرٹیکل 227 میں رد کر دیا گیا ہے جس کے مطابق تمام موجودہ قوانین کو قرآن و سنت میں منضبط اسلامی احکام کے مطابق بنایا جائے گا۔۔۔اور ایسا کوئی قانون نہیں بنایا جائے گا جو اسلامی احکام کے منافی ہو۔

اسلام اور اکثریت

- کیا حضرت ابو بکر صدیقؓ نے جیش اسامہ کے وقت (مشاورت کا) اکثریت کا فیصلہ رد کیا؟

حضرت ابو بکر صدیقؓ نے صحابہ کا مشورہ قبول نہیں کیا اس لیے کہ آپؓ اس پر یکسو تھے کہ یہ آپ ﷺ کا حکم ہے (اور آپؐ کا حکم نصوص میں سے ہے) اور مشاورت تو غیر منصوص احکام میں ہوتی ہے، آپ کے اس موقف کو صحابہ نے تسلیم کر لیا اور اس معاملے پر یکسو ہو گئے

- مانعین زکواۃ سے جہاد کے مسئلے پر بھی صحابہ کی اکثریت اس عمل کے خلاف تھی کیا حضرت ابو بکر صدیقؓ نے صحابہ کی اکثریت کے خلاف جہاد کا فیصلہ کیا؟

مانعین زکواۃ سے جہاد کے مسئلے میں ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے انفرادی رائے پر عمل نہیں کیا ہے بلکہ جب وہ اس موقف کی صحت پر ڈٹ گئے تو بعد میں باقی ارباب حل وعقد کی رائے بھی بدل گئی جس کے بعد ایک متفقہ رائے پر عمل ہوا ہے

آپؓ نے قرآن مجید کی اس آیت سے استدلال کیا، فَإِنْ تَابُوا وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ فَإِخْوَانُكُمْ فِي الدِّينِ وَنُفَصِّلُ الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ [التوبۃ: ۱۱] پس اگر وہ توبہ کرلیں اور نماز قائم کریں اور زکوۃ دیں تو دین میں تمھارے بھائی ہیں، اور ہم ان لوگوں کے لیے آیات کھول کر بیان کرتے ہیں جو جانتے ہیں (سورۃ توبہ کی آیت نمبر ۵ سے بھی)، ان دو آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ توبہ کے قبول ہونے اور اسلام میں داخل ہونے کے لیے نماز قائم کرنا اور زکوۃ ادا کرنا لازمی شرائط ہیں۔ ان دونوں چیزوں کے مابین کوئی فرق نہیں کیا جائے گا ۔آپؓ کے اس استدلال سے صحابہ کرام بالآخر یکسو ہو گئے